سیاسی بلیک ہول میں اترتا کھلاڑی چاند

تحریر: سہیل احمد لون

گزشتہ دنوں پاکستان ویمن کرکٹ ٹیم نے انگلینڈ میں ہونے ورلڈ کپ 2017ء کے لیے کوالیفائی کرلیا۔ پاکستان کی ہردلعزیز کھیل کرکٹ کی نوبت اب یہاں تک آن پہنچی ہے کہ مردوں کو بھی ہوسکتا ہے آئندہ عالمی کپ سے پہلے کوالیفائی راونڈ میں اپنے حیثیت منوانی پڑے۔ ایک وقت تھا جب ہم ہاکی، کرکٹ، سنوکر اور سکوائش میں عالمی چیمپئین تھے۔ قومی کھیل ہاکی کب کی ناانصافی اور نظراندازی کے چولہے میں جل کر راکھ ہوگئی۔ سکوائش جان شیر خان کے رخصت ہونے کے بعد لمبی رخصت پر چلی گئی اور سنوکر کسی یتیم مسکین کھیل کی طرح اپنی مدد آپ کے تحت چل رہی ہے چند برس قبل محمد آصف نے چندہ اکٹھا کر کے عالمی کپ میں حصہ لیا اور عالمی چیمپئین بن کر وطن لوٹے تو ان سے انعام و کرام کے وعدے ہوئے جو ''سیاسی وعدے'' ثابت ہوئے۔ پاکستان جہاں گزشتہ پندرہ سالوں سے دہشت گردی کے بادل چھائے ہیں اور حکمران طبقہ کے بقول ہم 'حالت جنگ' میں ہیں تو ایسے حالات میں خواتین کرکٹ ٹیم کا عالمی کپ کے لیے کوالیفائی کرنا بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔ تاریخ تو اس بات کی گواہ ہے کہ ''مہذب معاشروں'' میں عالمی جنگوں کی وجہ سے فٹبال کے عالمی کپ اور اولپک گیمز بھی ملتوی کرنا پڑے تھے۔ پاکستان میں دہشت گردی کی وجہ سے کافی سالوں سے بین الاقوامی کرکٹ کا انعقاد نہیں ہوسکا حتیٰ کہ پاکستان سپر لیگ بھی مشرق وسطیٰ میں منعقد کروائی گئی۔ حکمرانوں کی توجہ کا اصل مرکز سڑکیں اور پل ہیں حالانکہ کہا جاتا ہے جہاں گراونڈ آباد ہوں وہاں ہسپتال ویران پڑ جاتے ہیں مگر ہمارے کھیل کے میدان بتدریج کم ہو رہے ہیں اور ہسپتال اتنے آباد کہ اب مریض فرشوں دم توڑتے بھی پائے جاتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ ان مریضوں کا تعلق پاکستان کے پسے ہوئے طبقات سے ہوتا ہے۔ جب سے کھلاڑی ریٹائرڈ ہوکر سیاست میں اور سیاست دان جو کبھی ریٹائرڈ ہی نہیں ہوتے کھیلوں میں آئے ہیں سیاست کھیل بن گئی اور کھیل سیاست کی نظر ہوگیا۔ خواتین کا ایسے نامناسب حالات میں کرکٹ کے عالمی کپ تک رسائی حاصل کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے ہاں ٹیلنٹ کی کمی نہیں۔ اگر مناسب حالات اور بہتر سرپرستی کی جائے تو پاکستان کرکٹ ہی نہیں دیگر کھیلوں میں بھی اپنا نام اقوام عالم میں منوا سکتا ہے اب یہ بھی ایک الگ مسئلہ ہے کہ جہاں عوام کیلئے روزگار حکمرانوں کی ترجیح میں شامل نہیں وہاں ان سے کھیل کا مطالبہ کرنا انتہائی معیوب سا دکھائی دیتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں خواتین کا گھر سے باہر صحت مندانہ سرگرمیوں میں حصہ لینا معیوب خیال کیا جاتا ہے مخصوص شعبوں کے علاوہ خواتین کا کسی کھیل یا شعبے میں حصہ لینا ایک بڑا چیلنج ہوتا ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دور میں اب پاکستانی خواتین بھی فائیٹر پائلٹ، بم ڈسپوزل سکواڈ اور کمانڈو ونگ میں شمولیت اختیار کرتی نظر آرہی ہیں۔ ایک وقت تھا جب برصغیر میں پہلوانی کا دور تھا۔ رستم زماں گاما پہلوان جیسے شاہ زوروں نے اپنے دور کے تمام پہلوانوں کو چت کر دنیا میں اپنا لوہا منوایا اور برطانیہ کی کے رستم زبسکو کو بدترین شکست دے کر غلام ہندوستان کا سر فخر سے بلند کروا دیا یا دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ برطانیہ کا دبدبہ دنیا میں اور قائم ہوگیا کہ اتنا شاہ

زور پہلوانوں کے خطے پر برطانیہ راج کررہا ہے کیونکہ اک زمانے میں جنگوں کا فیصلہ پہلوانوں کی طاقت کا مرہونِ منت ہی ہوا کرتا تھا۔ پاکستان میں جھارا پہلوان کے بعد دیسی کشتی بھی جھارا پہلوان کی قبر میں اتر گئی۔رستم زماں گاما پہلوان کے خاندان سے تعلق رکھنے والی کنول شازیہ بٹ جو جنوبی پنجاب کے شہر وہاڑی میں مقیم ہیں اپنے شوق کو پیشہ بنانے میں گزشتہ آٹھ برس سے مصروف ہیں۔سنوکر چیمپئین محمد آصف اور سیئول اولمپکس 1988ء میں باکسنگ میں کانسی کا تمغہ لینے والے حسین شاہ کی طرح اپنی مدد آپ کے تحت کنول شازیہ بٹ نے بھی پاور لفٹر اور ویٹ لفٹر بننے کے لیے دن رات انتھک محنت کی۔اس کام میں اس کے بڑے بھائی سہیل بٹ کبھی ریسلنگ اور ویٹ لفٹنگ کرتے تھے۔انہوں نے اپنی بہن کی بہترین کوچنگ کی اور اس مقصد کے لیے تقریباً دس لاکھ روپے کے فٹنس آلات گھر منگوائے کر رکھے کیونکہ جنوبی پنجاب کے ساتھ حکمرانوں نے ہمیشہ ہی سوتیلی ماں جیسا سلوک ہی کیا ہے۔ یہاں خواتین کے لیے کوئی ویٹ لفٹنگ سینٹر نہیں تھا۔تنگ نظر معاشرے میں بہن کو ٹریک سوٹ پہنا کر گھر میں ٹریننگ کا آغاز کرنا پڑا۔ جب کنول شازیہ بٹ کی ایشن چیمپئن شپ کے لیے سلیکشن ہوئی تو بھائی نے اس لیے ساتھ حصہ لے لیا تا کہ بہن کے ساتھ بیرون ملک سپورٹ کے لیے جا سکے۔ 2015ء میں مسقط کے شہر عمان میں منعقد ہونے والی ایشن چیمپئن شپ میں سہیل بٹ نے تو کانسی کا تمغہ حاصل کیا مگر کنول شازیہ بٹ نے سونے کا تمغہ جیت لیا۔ یہ کارنامہ کرنے والی کسی بھی مسلم ملک کی پہلی خاتون ہیں۔ یہ صرف ٹیلنٹ اور اپنے آپ پر بھرپور اعتماد کا نتیجہ ہی ہے کہ وہ چند برس گھر میں ٹریننگ کر کے ایشن چیمپئن بن گئی۔ پنجاب حکومت نے ان کو تین لاکھ روپے انعام کا اعلان کیا وہ بھی اس لیے جلد مل گئے کہ محترمہ کلثوم نواز کا شجرہ بھی رستم زماں گاما پہلوان سے ملتا ہے۔ 2016ء میں بھارت کے صوبے راجستھان میں انہیں اپنے اعزاز کا دفاع کے لیے جانا تھا مگر پاکستانی کھلاڑی دونوں ممالک کے کشیدہ تعلقات کی وجہ سے ویزا نہ ملنے کی وجہ سے نہ جا سکے جس کی وجہ سے انہیں بہت مایوسی ہوئی۔ اس وقت وہ 2017ء امریکہ میں ہونے والی وومن پاور لفٹنگ کے مقابلوں میں حصہ لینے کے لیے بھرپور ٹریننگ کر رہی ہیں اور 2020ء میں ہونے والے اولمپکس ان کے خوابوں کی منزل ہے۔اسی سال کولمبو میں ہونے والے وومن پاور لفٹنگ ایشن چیمپئن شپ میں حصہ لینے کے لیے وہ تین رکنی پاکستانی ٹیم کی قیادت بھی کر رہی ہیں۔جنوبی پنجاب میں وومن پاور لفٹنگ یا ویٹ لفٹنگ کا سرکاری طور پر کوئی کلب موجود نہیں۔کنول شازیہ بٹ نے بغیر بیلٹ اور knee support کے نہ صرف بھائی کے ساتھ مل کر ویٹ اور dumbbells کے ساتھ پنجہ آزمائی کی بلکہ معاشرے میں موجود افراد کے طعنوں، تنقیدوں، ملاں ازم، اور دھمکیوں کا مقابلہ بھی کیا۔کنول شازیہ بٹ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے خواتین کے بین الاقوامی مقابلوں میں حصہ لینے کے لیے اسلامی قدروں کے لباس پہن کر حصہ لینے کی قرارداد بھی عمان میں پاس کروائی۔اب یہ قانون بن چکا ہے کہ کوئی بھی خاتون حجاب اور مکمل لباس کے ساتھ تمام بین الاقوامی مقابلوں میں حصہ لے سکتی ہے۔رستم زماں گاما پہلوان کے خاندان سے تعلق رکھنے والی لڑکی نے معاشرتی اور معاشی چیلنجوں کا مقابلہ جس انداز میں کیا ہے اس سے رستم زماں گاما پہلوان کی روح کو یقیناً سکون پہنچا ہوگا۔ ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ ہم علامہ اقبال کی نسل کے ساتھ بھی ظالمانہ اور تشدد آمیز رویہ رکھنے میں شرم محسوس نہیں کرتے۔ کرکٹ کی خواتین نے ورلڈ کپ کے لیے کوالیفائی کر لیا ہے، بہت اچھی بات ہے اور یہ بات میڈیا میں بھی گردش کر رہی ہے۔خوش قسمت ہیں یہ خواتین کم از کم ان کی سرپرستی سرکار کر رہی ہے۔ دوسری طرف کنول شازیہ بٹ ہیں

جو 2017ء میں ہونے والے وومن پاورلفٹنگ ٹورنامنٹ کے لیے بھی کوالیفائی کر چکی ہیں اور گرمیوں میں سری لنکا ایشن چیمپئن شپ میں حصہ لینے کے لیے اپنی ٹیم کی قیادت کر رہی ہونگی مگران کے سرکاری سرپرستی تو درکنار ان کا نام تک کوئی نہیں جانتا۔شاید پاکستان میں شہرت اور رسوائی مترادف ہو چکے ہیں۔پانامہ لیگی ملزم انتہائی آبرومندآنہ زندگی گزار رہے ہیں اور پاکستان کا نام روشن کرنے والے چاند ستارے اقتدار کے کسی بلیک ہول کی نظر ہو رہے ہیں۔اللہ پاکستان کی حفاظت کرے کہ جو قومیں اپنے قیمتی اثاثوں کی حفاظت نہیں کرتیں تقدیر کا انتقام ان سے انتہائی بھیانک ہوتا ہے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

25-02-2017